

# تاریخ پاکستان

1947-1965

مرتبہ

سعید خان

[www.pdfbooksfree.pk](http://www.pdfbooksfree.pk)

تاریخ

پاکستان

ترتیب و پیشکش

سعید خان

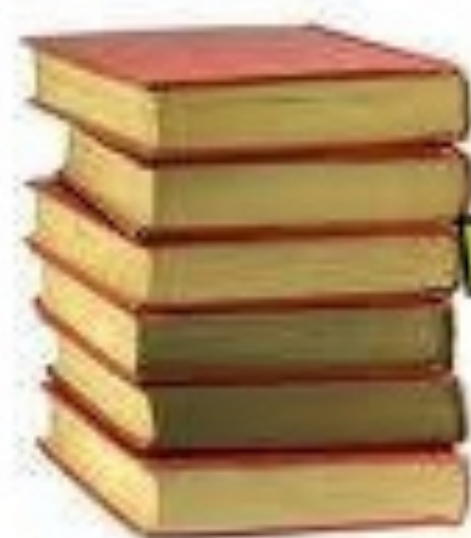
[www.pdfbooksfree.pk](http://www.pdfbooksfree.pk) ویب سائٹ

خوبصورت اور دیدہ زیب کتابیں ڈاؤنلوڈ کرنے کے لئے ابھی وزٹ کریں

مفت کتابوں کا آن لائن مرکز

[www.pdfbooksfree.pk](http://www.pdfbooksfree.pk)

[www.pdfbooksfree.org](http://www.pdfbooksfree.org)



**FREE PDF BOOKS**  
**www.pdfbooksfree.org**  
**TRUSTED DOWNLOADS**



Download Free Pdf Books, High Quality  
Islamic books, Urdu, English, Pashto,  
Books and Novels on Islamic History,  
Action, Adventure, Romance, Horror,  
Poetry books in Urdu Pashto, and Persian  
languages



# تاریخ پاکستان 1947-1965

لاکھوں قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا یہ ملک ”پاکستان“ جس میں ہم آزادی سے سانس لے رہے ہیں آج کل انتہائی نازک صورتحال کا شکار ہے جس کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ جی ہاں! خود پاکستانی قوم نے ہی اس مقدس سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد سے لے کر آج تک اپنی تاریخ کے ہر اہم موڑ پر جہاں بے مثال قربانیاں دیں وہیں ان قربانیوں پر کبھی لاعلمی، کبھی مصلحت کوئی اور کبھی بے حسی کی چادر ڈال کر خود کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے آج خود کو وہاں لا کھڑا کیا ہے کہ شاید بنیادیں پاکستان اور شہیدان پاکستان روزِ حشر اسے آسانی سے معاف نہ کر پائیں۔ مگر شاید قدرت ہمیشہ کی طرح ایک بار پھر ہمیں پلٹنے کا کوئی موقع دے اور ہم ایک بار پھر اسے ضائع نہ کریں۔

اس دعا کے ساتھ اپنی قومی تاریخ کے چیدہ چیدہ اہم واقعات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ میری طرف سے اسے ۱۴ اگست ۲۰۱۰ کی مناسبت سے اپنے وطن کیلئے ایک حقیر سی کاوش سمجھ لیجئے۔  
(میں نے کسی بھی معاملے پر اپنی ذاتی رائے سے گریز کیا ہے۔ صرف وہی باتیں تحریر کی ہیں جنہیں میں نے اخبارات اور نیٹ سے سرچ کر کے حاصل کیا ہے۔)

پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہوا مگر چند روز قبل یعنی ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کا افتتاح کر دیا گیا تھا۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم نے نومولود مملکت کے گورنر جنرل اور خان لیاقت علی خان نے وزیر اعظم کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ بانی پاکستان کو قیام پاکستان کے بعد وطن کی خدمت کیلئے زیادہ وقت اور موقع نہ مل سکا۔ قائد اعظم نے برصغیر کی سیاست میں ۴۲ سال نہایت سرگرمی اور تندہی سے گزارے خصوصاً آخری دس برس میں بھی جب کہ آپ کی صحت نہایت مضحل تھی، آپ نے نومولود سلطنت کے مسائل کی طرف ذاتی توجہ دی جس کے باعث آپ کی مصروفیات بے پناہ بڑھ گئیں۔ یوں قائد اپنی صحت کی طرف سے تو غافل ہو گئے لیکن امور مملکت کو چلانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

۱۴ اگست ۱۹۴۸ء کو پاکستان کی پہلی سالگرہ پر قائد اعظم نے قوم کے نام یہ پیغام دیا:

”یادر رکھیے، پاکستان کا قیام ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کی دنیا کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی، مجھے اپنے عوام پر پورا اعتماد ہے۔ ہمارے دشمن بانگ دہل یہ کہتے پھرتے ہیں کہ پاکستان دیوالیہ ہو جائے گا اور پاکستان کی اقتصادی بد حالی سے ان کے دل کی کلی کھل اٹھے گی، لیکن دشمنوں کی تمنا پوری نہ ہو سکی۔ ہمارا پہلا بجٹ بچت کا بجٹ تھا، تجارت میں خوشگوار توازن موجود ہے اور اقتصادی شعبے میں حالات بہتر ہوتے جا رہے ہیں“

قائد اعظم نے طویل بیماری اور انتھک محنت کے باعث ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ کو وفات پائی۔ قائد اعظم نے اپنے مختصر دورِ حکومت میں نہ صرف مہاجرین کے مسائل حل کرنے کیلئے اقدامات کئے بلکہ صوبہ سرحد میں برطانیہ کی فارورڈ پالیسی ختم کی اور وزیرستان سے فوجیں ہٹا کر پختونوں کو احساس دلایا کہ وہ بھی پاکستان کی سیاست کا اہم کردار ہیں۔ انہوں نے کراچی کی متنازع حیثیت ختم کرائی، الحاق کرنے والی مختلف ریاستوں بالخصوص قلات کے پاکستان میں انضمام کو یقینی بنایا۔ مشرقی پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات روکنے کیلئے سفارتی سطح پر اقدامات کئے۔

قائد اعظم کے انتقال کے بعد خواجہ ناظم الدین کو گورنر جنرل مقرر کیا گیا البتہ ملک کی عنانِ حکومت وزیر اعظم لیاقت علی خان نے سنبھال لی اور پارلیمانی طرزِ حکومت کا آغاز کیا۔ انہوں نے فوری طور پر صوبوں کے سیاسی امور اور حالات کا جائزہ لیتے ہوئے کئی چھوٹے موٹے تنازعات فوری حل کرائے اور پنجاب میں بڑھتی ہوئی سیاسی چپقلش کے باعث جنوری ۱۹۴۹ میں پنجاب اسمبلی اور کابینہ توڑ دی۔ اس وقت تک پاکستان کا آئین نہیں بناتھا لہذا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ کو عارضی طور پر آئینی اساس قرار دیا گیا۔ لیاقت علی خان نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ کو آئین سازی میں پیشرفت کیلئے قومی اسمبلی میں قرارداد مقاصد پیش کی جسے اسمبلی نے فوراً منظور کر لیا۔ جس کی روشنی میں مختلف مراحل کے بعد ۱۹۵۶ کا آئین (لیاقت علی خان کے بعد) مرتب کیا گیا۔

۱۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ کو لیاقت علی خان کو راولپنڈی کے جلسہ عام میں گولی مار دی گئی۔ لیاقت علی خان کی شہادت کے حوالے سے کئی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں۔ جسٹس محمد منیر کی قیادت میں جو انکوائری ہوئی اس نے تمام امکانات اور پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد ”سید اکبر“ کو قاتل قرار دیا تھا مگر اس شخص کو بھی موقع پر ہی قتل کر دیا گیا تھا۔ ایک تھیوری یہ بھی ہے کہ لیاقت علی خان کا اصل قاتل کوئی اور تھا اور سید اکبر کو صرف استعمال کیا گیا تھا۔ جیسے ہی اس نے قتل کیا اس کے فوراً بعد اس کو بھی قتل کر دیا گیا تا کہ اصل قاتل صیغہ راز میں ہی رہیں۔ ۲۰۰۶ میں امریکی دفتر خارجہ کے کچھ خفیہ کاغذات شائع (ڈی کلاسیفائی) کئے گئے۔ جن میں یہ نیا نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ جناب لیاقت علی خان کی شہادت کی

ذمہ داری بعض اہم مغربی طاقتوں بالخصوص امریکہ اور برطانیہ پر عائد ہو سکتی ہے۔ یہ دستاویز جواب شائع ہوئی ہے اس تاریخ پر مشتمل ہے جو نئی دہلی کے امریکی سفارتخانے نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۵۱ کو دفتر خارجہ کو واشنگٹن میں ارسال کی۔ اس ٹیلی گرام میں متعدد سوالات پوچھے جانے کے بعد بھوپال کے ایک اردو روزنامے ”ندیم“ کے ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۱ کے شمارے کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں شواہد کے ساتھ لیاقت علی خان کی شہادت کی ذمہ داری امریکہ پر ڈالی گئی تھی۔

دلی میں امریکی سفارتخانے کے تاریخ میں مذکورہ آرٹیکل کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ یہ قتل نہ تو ایک مقامی واقعہ تھا، نہ اس کا تعلق پشتونستان کی تحریک کے ساتھ تھا اور نہ یہ حقیقت ہے کہ سید اکبر مذہبی جنونی تھا جو بیگم رعنا لیاقت علی خان کی سرگرمیوں سے ناراض تھا۔ مذکورہ تاریخ میں ”ندیم“ کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ یہ سازش کابل میں یا پاکستان میں تیار نہیں کی گئی تھی اور اپنے موقف کی تائید میں اخباریہ واقعہ بھی بیان کرتا ہے کہ کراچی میں امریکی سفیر کے سیکریٹری نے اپنی ٹیلی ڈائری پر اپنے ہاتھ سے ۱۱ اکتوبر کی چھٹی کا اندراج کیا تھا حالانکہ اس روز پاکستان یا امریکہ کے حوالے سے سرکاری چھٹی کا کوئی قرینہ یا اشارہ موجود نہیں تھا۔ مذکورہ سیکریٹری کو جلد ہی اپنی کوتاہی کا احساس ہو گیا اور اس نے اپنی ٹیلی ڈائری پر چھٹی کا اندراج کاٹ ڈالا۔ تاریخ میں ایک اور واقعہ بھی مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ کراچی میں امریکی سفیر نے بیگم رعنا لیاقت علی خان کے ساتھ گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین سے بھی ساڑھے تین منٹ پہلے لیاقت علی خان کی شہادت پر اظہار تعزیت کیا حالانکہ خواجہ ناظم الدین وہ پہلے انسان تھے جنہیں راولپنڈی کے حکام نے لیاقت علی خان کی شہادت کی اطلاع دی تھی۔ اخباریہ سوال اٹھاتا ہے کہ امریکی سفیر کو پاکستان کے گورنر جنرل سے بھی پہلے شہادت کی اطلاع کس طرح سے ہو گئی کہ اس نے بیگم رعنا لیاقت علی خان سے تعزیت کر ڈالی۔

اخبار کے حوالے سے مذکورہ تاریخ میں لکھا گیا ہے کہ امریکہ اور برطانیہ دونوں وزیراعظم پاکستان سے خوش نہیں تھے۔ وہ امریکی ہدایات پر عمل کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ برطانیہ پاکستان پر دباؤ ڈال رہا تھا کہ وہ ایران کے مسئلے پر اس کا ساتھ دے اور امریکہ بھی یہ چاہ رہا تھا کہ پاکستان تہران کو مجبور کرے کہ اپنے تیل کے کنویں اور علاقے (فیلڈز) امریکہ کے حوالے کر دے۔ اس وقت ڈاکٹر محمد مصدق تہران میں برسر اقتدار تھے اور ایران کے تیل پر امریکی قبضے کی کوششوں کی مزاحمت کر رہے تھے۔ اس وجہ سے لیاقت علی خان کو راستے سے ہٹانا ضروری تھا۔ جب امریکہ کو مذکورہ مسئلے پر پاکستان کی حمایت نہ ملی تو امریکہ نے یہ دھمکی بھی دی کہ کشمیر کے سوال پر پاکستان اور امریکہ کے درمیان جو خفیہ معاہدہ ہے اسے منسوخ کر دیا جائے گا جس پر لیاقت علی خان کا جواب تھا کہ ہم نے آدھا کشمیر بڑور شمشیر فتح کر لیا ہے اور باقی کا آدھا بھی کر لیں گے گویا امریکہ کا دباؤ کا یہ حربہ بھی ناکام رہا تھا۔ لیاقت علی خان نے مزید مطالبہ کیا کہ اگر امریکہ مذکورہ معاہدہ ترک کر دے گا تو اسے پاکستان میں موجود اپنے اڈے خالی کرنے پڑیں گے۔ یہ چیز امریکہ کیلئے بڑی پریشان کن تھی کیونکہ وہ انہی پاکستانی ہوائی اڈوں سے روس پر دباؤ ڈالنا چاہتا تھا۔ تاریخ کے مطابق انہی واقعات کی وجہ سے امریکہ نے لیاقت



علی خان کے قتل کا فیصلہ کیا لیکن اسے ایک مسلمان قاتل کی ضرورت تھی۔ پاکستان میں کوئی ایسا آدمی نہ مل سکتا تھا کیونکہ حصول آزادی کے بعد پاکستان میں حب الوطنی کے جذبات عروج پر تھے اور کوئی غدار تلاش کرنا آسان نہ تھا۔ امریکہ نے کابل کی طرف رجوع کیا اور وہاں کے امریکی سفارتخانے سے رابطہ کیا۔ انہوں نے پشتونستان کے لیڈروں سے رابطہ کیا اور انہیں قاتل کیا کہ ان کے مقصد کے حصول میں لیاقت علی خان ہی حائل تھے اور اگر انہیں قتل کیا جاسکتا تو پشتونستان بننے میں آسانی ہو جاتی بلکہ امریکہ نے ۱۹۵۲ میں پشتونستان بنانے کی یقین دہانی بھی کرادی۔ اس پر پشتون لیڈروں نے سید اکبر کو اپنے جال میں پھنسایا۔ نیز یہ بھی انتظام کیا کہ گولی چلانے کے فوراً بعد سید اکبر کو ہلاک کر دیا جائے۔ اس کی جیب سے جو پاکستانی کرنسی نکلی وہ بھی، تار کے مطابق امریکی سفارتخانہ ہی فراہم کر سکتا تھا۔ جناب لیاقت علی خان کے جسم میں سے گولیوں کے جو خول ملے وہ امریکہ کے بنے ہوئے تھے۔ اس طرح کی گولیاں صرف اعلیٰ امریکی عہدیداروں کی قبضے میں تھیں اور انہی سے حاصل کی جاسکتی تھیں۔ تار کے مطابق ”ندیم“ اخبار نے تمام شواہد بیان کر کے یہی نتیجہ نکالا تھا کہ لیاقت علی خان کی شہادت کی ذمہ داری امریکہ پر عائد ہوتی ہے۔

لیاقت علی خان کے بعد خواجہ ناظم الدین کو وزیراعظم بنادیا گیا۔ ان کے دور میں بے شمار اختلافات سامنے آئے اور پھر سیاسی بحر ان پیدا ہو گیا جسے انہوں نے دور کرنے کی بے شمار کوششیں بھی کیں۔ اس صورتحال کے باعث گورنر جنرل غلام محمد خان نے جنہیں خواجہ ناظم الدین کے گورنر جنرل کے عہدے سے مستعفی ہونے کے بعد ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۱ کو اس عہدے پر فائز کیا گیا تھا، ہٹا کر ۱۶ اپریل ۱۹۵۳ کو محمد علی بوگرہ کو وزیراعظم بنانے کی پیشکش کی۔ محمد علی بوگرہ نے وزیراعظم بننے کے بعد آئین سازی کیلئے سیاستدانوں اور علماء کے مشورے سے ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۳ کو قومی اسمبلی سے ایک روز قبل منظور ہونے والا ایک فارمولا پیش کیا، اس فارمولے پر کام جاری تھا کہ گورنر جنرل نے ۱۱ اگست ۱۹۵۴ کو اسمبلی توڑ دی جس کے نتیجے میں ۱۹۵۵ میں نئے انتخابات ہوئے۔ اس وقت کے اسپیکر مولوی تمیز الدین نے سندھ ہائی کورٹ اور فیڈرل کورٹ میں اس اقدام کے خلاف اپیلیں کیں جو نظریہ ضرورت کے تحت مسترد کر دی گئیں (ملک کی تاریخ میں نظریہ ضرورت کی سیاسی یا عدالتی اصطلاح یہیں سے شروع ہوئی)۔ یہ جمہوریت پر پہلا حملہ تھا جس کا ذمہ دار تاریخ جسٹس منیر کو ٹھہراتی ہے۔

جمہوریت پر اس حملے کا نتیجہ یہ نکلا کہ نئے انتخابات کے نتیجے میں ملک کے سیاسی حالات مزید ابتر ہو گئے۔ مشرقی صوبے میں اپوزیشن جماعتوں نے جگتو فرنٹ بنایا اور وہاں فسادات بھی ہوئے۔ مسلم لیگ جس نے پاکستان بنایا تھا ایک کمزور اور بے اثر جماعت بن گئی۔ نورالامین جیسے سیاستدان ایک طالب علم سے شکست کھا گئے، صوبہ سرحد اور پنجاب میں جھرو لو کا استعمال کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرکز میں بے یقینی کی کیفیت رہی جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۷ اگست ۱۹۵۵ کو میجر جنرل اسکندر مرزا نے غلام محمد سے اقتدار چھین کر گورنر جنرل کا عہدہ سنبھال لیا۔ یوں پہلی مرتبہ فوج براہ راست اقتدار میں داخل ہو گئی۔

کمانڈر انچیف جنرل ایوب خان کو بھی کابینہ میں لے لیا گیا۔ سیاستدانوں کی بے توقیری کی جانے لگی۔ اسمبلی کے ارکان نے بھی اس عمل میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور بکنے لگے۔ صورتحال یہ ہوئی کہ صرف ایک سال کے مختصر عرصے میں حسین شہید سہروردی، ابراہیم اسماعیل چندریگر اور پھر فیروز خان نون وزیراعظم بنے مگر ان میں سے کوئی بھی سیاسی حالات بہتر نہ کر سکا۔ ۱۹۵۶ کا آئین بھی منظور کر لیا گیا مگر یہ وزیراعظم اس پر عمل درآمد کرنے میں ناکام رہے۔ حسین شہید سہروردی ۱۲ ستمبر ۱۹۵۶ کو، ابراہیم اسماعیل چندریگر ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۷ کو اور ملک فیروز خان نون ۱۸ دسمبر ۱۹۵۷ کو وزیراعظم بنے تھے۔ ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ کو ملک میں پہلا مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ ایوب خان پہلے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن گئے۔ ملک فیروز خان نون کو برطرف کر دیا گیا۔ شہری حقوق سلب کر لیے گئے اور ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۸ کو ایوب خان نے اسکندر مرزا سے بھی جواب صدر بن چکے تھے، زبردستی استعفیٰ لے لیا۔ انہوں نے سیاستدانوں اور بعض سرکردہ لوگوں پر ایبڈ کے تحت پابندیاں لگائیں۔ انہیں گرفتار کیا گیا، ملک بدر کیا گیا، سیاست سے کنارہ کشی پر مجبور کر دیا۔ سابق وزیراعظم حسین شہید سہروردی نے اس مارشل لاء اور ایبڈ و پابندیوں کو چیلنج کیا مگر کوئی نتیجہ نہ نکل سکا۔ ایوب خان نے بنیادی جمہوریت کا نظام متعارف کرایا اور دعویٰ کیا کہ وہ اس نظام کے ذریعے شہری اور دیہی عوام کو براہ راست حکومت میں شریک کرنا چاہتے ہیں مگر انہوں نے یہ تبدیلی اپنے اقتدار کو طول دینے کیلئے کی تھی۔ ۱۹۶۵ میں اسی نظام کے تحت منتخب ۸۰ ہزار نمائندوں کی بھاری اکثریت کی حمایت سے وہ صدارتی انتخاب جیت گئے۔ بی ڈی (بیسک ڈیموکریسی) نظام دراصل کنٹرولڈ ڈیموکریسی (پابند جمہوریت) کی ایک شکل تھی۔ وہ ۱۹۵۶ کے آئین پر بھی معترض تھے لہذا انہوں نے ۱۹۶۲ میں قوم کو نیا آئین دیا۔ ان کے دور میں دارالحکومت کو کراچی سے اسلام آباد منتقل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اقتصادی حالات بہتر بنانے کیلئے عوامی اصطلاحات اور سماجی حالات بہتر بنانے کیلئے ثقافتی قوانین بنائے گئے۔ مہاجروں کی آباد کاری کے منصوبے، لیبر پالیسی اور تعلیمی کمیشن بنایا گیا اور ایٹمی تحقیقات کیلئے نیو کلیئر سائنس اینڈ ٹیکنالوجی انسٹیٹیوٹ قائم کیا گیا۔ زرعی اصلاحات نافذ کی گئیں اور صنعتی ترقی کیلئے پاکستان انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن قائم کی گئی۔

صدارتی انتخاب جیتنے کے بعد ایوب خان پر آمریت کا عنصر بدترج غالب آنے لگا اور وہ پے درپے غلط فیصلے کرنے لگے۔ ان کے قریبی ساتھی اور وزراء بھی ان سے نالاں رہنے لگے۔ اسی دوران پاک بھارت جنگ ستمبر چھڑ گئی۔ یہ ایک تاریخی معرکہ تھا جس میں ہمت اور حوصلوں کی بے مثال کہانیوں نے جنم لیا۔ پوری دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ پاکستان کے عوام اور افواج، دشمن کے عزائم کے آگے سیسہ پلائی دیوار بن گئے اور اس کے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

اس جنگ کا پس منظر یہ تھا کہ ۱۹۶۲ میں بھارت نے چین کو دعوت مبارزت دی مگر منہ کی کھائی۔ چین از خود جنگ بند نہ کر دیتا تو بھارت صدیوں تک ذلت کے داغ نہ دھو سکتا۔ یہی وہ وقت تھا جب ہمارے حکمرانوں کی ایک اور غداری سامنے آئی۔ صدر ایوب خان نے موقع دیکھ کر کہ بھارتی افواج چین سے شکست کھا رہی ہیں اور یہی ایک بہترین موقع ہے



کہ کشمیر میں داخل ہو کر اسے آزاد کرالیا جائے جس کا مشورہ اس وقت چینی حکومت نے بھی دیا تھا۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ بھارتی وزیراعظم جواہر لال نہرو نے خطرہ بھانپ کر امریکی صدر جان ایف کینیڈی کو فون کر کے مطالبہ کیا کہ پاکستان کو کشمیر میں داخل ہونے سے روکا جائے۔ امریکہ نے اپنے یار بھارت کی بات مانی اور ایوب خان کو فون کر کے منع کر دیا۔ جان کینیڈی کے الفاظ یہ تھے ”Don't stab India in the back“۔ ایوب خان نے بزدلی کا ثبوت دے کر کینیڈی کی بات مان لی اور ہم کشمیر حاصل کرنے کے سنہری موقع سے محروم ہو گئے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے امریکہ بھی مسئلہ کشمیر کا حل نہیں چاہتا ورنہ اگر وہ چاہے تو بھارت پر زور دے کر اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق اس مسئلے کو حل کروا سکتا ہے۔

پاکستان کا وجود بھارت کو شروع دن سے ہی کھٹک رہا تھا۔ وہ یہی چاہ رہا تھا کہ کسی بھی طرح پاکستان کو واپس اپنے ملک کا حصہ بنالے۔ جس کیلئے سب سے پہلا حربہ یہ جنگ تھی۔ بھارت یہی سمجھ رہا تھا کہ پاکستان کو تو قائم ہوئے ابھی محض ۱۸ سال ہی ہوئے ہیں اور اس کی فوجی طاقت بھی اتنی نہیں کہ بھارت کی اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کر سکے جس کے پاس روس سے حاصل کردہ جدید جنگی ساز و سامان بھی تھے جس کو حاصل کرنے کیلئے بھارت نے اتنی رقم خرچ کی تھی کہ بھارتی عوام کو کھانے کے لالے پڑ گئے تھے۔ مگر ہندو بنیاد پرستی نے لڑنے کا ارادہ کیا جس کیلئے کافر سے لڑنا ”جہاد“ ہے اور جہاد صرف دو ہی نظریوں سے کیا جاتا ہے۔ اول یہ کہ مسلمان اگر جنگ جیت کر لوٹا تو غازی کہلائے گا اور دوسرے یہ کہ اگر لڑتے ہوئے جان چلی گئی تو غم نہ ہو گا کہ ”شہید“ کا رتبہ پائے گا۔

۱۹۶۵ میں بھارت نے رن کچھ کے محاذ پر پاکستان سے پنجہ آزمائی کی مگر ذلت اٹھانا پڑی۔ جس پر بھارتی وزیراعظم نے اعلان کیا کہ اب ہم مرضی کا محاذ منتخب کر کے پاکستان کو مزہ چکھائیں گے۔ چنانچہ بھارت نے چھ ستمبر کو اچانک لاہور کے تین اطراف سے حملہ کر دیا۔ لیکن چونکہ کس پاکستانی افواج نے ان کا راستہ روک لیا۔ اس کے بعد سترہ دنوں کے دوران بھارتی فوج نے تیرہ بڑے حملے کیے مگر ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکی۔ ۷ اور ۸ ستمبر کی درمیانی شب بھارت نے چونڈہ کے محاذ پر ٹینکوں کے ذریعے حملہ کیا مگر پاکستان کے صرف تیس ٹینکوں نے دشمن کے سو ٹینکوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ یہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی تھی۔

سترہ روز جنگ کے دوران پاکستان کے جرأت مند ہوابازوں نے ۳۵ طیاروں کو دو بدو مقابلے میں اور ۴۳ کو زمین پر ہی تباہ کر دیا۔ ۳۲ طیاروں کو طیارہ شکن توپوں نے مار گرایا۔ بھارت کے مجموعی طور پر ۱۱۰ طیارے تباہ کر دیئے گئے۔ اس کے علاوہ ہماری فضائیہ نے دشمن کے ۱۴۹ ٹینک، ۶۰۰ بڑی گاڑیاں اور ۶۰ بڑی توپیں تباہ کر دیں۔ اس کے مقابلے میں پاکستان کے صرف ۱۹ طیارے تباہ ہوئے۔ پاک فضائیہ کے ان عظیم کارناموں پر عالمی حلقوں کی طرف سے حیرت و استعجاب کا اظہار کیا گیا۔

جنگ ستمبر میں پاک بحریہ کو سمندری جنگ کے معرکوں میں جو برتری حاصل رہی ان میں معرکہ دوار کا قابل ذکر ہے۔ یہ معرکہ پاک بحریہ کی تاریخ میں یادگار حصہ بن چکا ہے۔ دوار کا کی تباہی کا بیرونی اخبارات میں بڑا چرچا ہوا۔ برطانوی اخبارات نے تو خاص طور پر کہا کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد بھارت کی سر زمین پر سمندر کی جانب سے پہلی گولہ باری ہوئی ہے۔ انہوں نے پاک بحریہ کی جرأت اور مستعدی کی تعریف کی۔ خاص طور سے اس لئے کہ مخالف طاقت اس سے کہیں زیادہ بڑی تھی۔ ۱۹۶۵ میں صرف اس کارروائی نے دشمن پر یہ ظاہر کر دیا کہ سمندروں میں اس کو من مانی نہیں کرنے دی جائے گی۔

پاکستان کی تینوں مسلح افواج ہر محاذ پر برسرِ پیکار تھیں۔ ان افواج کو حوصلہ اور تقویت عطا کرنے میں پاکستان کی غیور عوام کا بھی نہایت اہم کردار تھا۔ وہ اپنی مسلح افواج پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کیلئے تیار تھے۔ لاہور کے عوام کو جب جنگ کی اطلاع ملی تو وہ تاگوں پر کھانا، اچار، کپڑے، سگریٹ غرض ہر وہ چیز جو ان کی دسترس میں تھی، لے کر اپنے جوانوں کو دینے کیلئے سرحدوں کی جانب دوڑے۔ جب فوجیں سرحد کی طرف جاتیں تو بوڑھے مرد اور عورتیں سڑک کے کنارے ان کی سلامتی کیلئے دعائیں مانگتے، ان کی مدد کے طریقے پوچھتے اور بچے جذبہ عقیدت سے سیلوٹ کرتے۔ بہنیں اللہ سے ان کی حفاظت کی دعائیں مانگتیں۔

شاعر ملی ترانے لکھ کر اپنے جذبوں کا اظہار کر رہے تھے تو گلوکاروں کی صدا دعابن کرفضا میں شامل ہو رہی تھی۔ غرض یہ کہ پورا ملک جنگ میں شامل تھا مگر کسی قسم کا خوف نہ تھا۔ پاکستانی عوام فضا میں پاک فضائیہ کے شاہینوں کی کارروائیوں کو ایسے دیکھتے تھے جیسے پتنگ بازی کا مقابلہ ہو اور دشمن کے طیاروں کے گرتے ہی بوکانا کا شور مچتا۔ الغرض اس جنگ میں ہماری قوم نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ آزمائش کی ہر گھڑی میں پاک فوج کے شانہ بشانہ ہر قربانی دینے کو تیار ہے۔ یہ حوصلوں اور جرأتوں کی جنگ تھی۔ اگر بھارت کے پاس کثیر تعداد میں اسلحہ و بارود تھا تو پاکستان کے غازی جذبہ ایمانی سے سرشار تھے۔ غیر ملکی صحافیوں اور مبصروں کی کثیر تعداد سرحدوں پر موجود تھی اور کسی کو اس امر میں شک نہیں تھا کہ پاکستانی قوم نے متحد ہو کر اپنے سے کہیں زیادہ بڑے اور طاقتور دشمن کو ہر محاذ پر ذلت آمیز شکست دی۔ پاکستان کی تینوں افواج کا دفاع اور عوام کے ایثار و قربانی کے مظاہرے ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔